عبدالرزاق کرد علی

۱۸۷۶ء ـــــ ۱۹۵۳ء

فیضان احمد، شعبہ عربی، علی گڑھ

(۴)

کرد علی کی ادبی تحریریں

جس طرح سماج اور سوسائٹی کے اثرات ادب پر گہرائی سے مرتب ہوتے ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی دور کا ادب سماج میں مختلف سطحوں پر ہونے والے تغیرات سے بیگانہ رہے بلکہ کسی نہ کسی شکل میں اس کی جھلک ضرور ہی نظر آجاتی ہے ٹھیک اسی طرح ادیب کی شخصیت اور اس کے رجحانات و میلانات کا آئینہ دار اس کا اپنا ادب بھی ہوتا ہے اس کے اسالیب بیان اور طرز نگارش سے اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا ادراک ممکن ہے بلکہ اس میں اس کے مختلف پہلوؤں کی رنگ آمیزی بھی ملے گی۔

کرد علی کی شخصیت بہت متنوع اور بوقلموں صفات کی حامل تھی زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے مختلف چیزوں سے وابستگی اختیار کی۔ بچپن میں شعر و موسیقی کا شوق تھا، اس کے بعد صحافت کا شوق ہوا اور ایک مدت دراز تک اس سے وابستگی اختیار کی، اس کے بعد تاریخی علمی اور ادبی ذوق کی [illegible]

[illegible] کامیاب مراحل طے کرتے ہیں۔ انہوں نے مشرقی علوم و فنون کے ساتھ مغربی علوم و فنون کا بھی مطالعہ کیا، اور بہت کثرت سے کیا۔ مغربی تہذیب و تمدن کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کیا، اس کے علاوہ انگریزی صحافت سے بھی [illegible] ان کے درمیان نسبت بھی ان تمام چیزوں کا ان کے طرز اسلوب بیان پر بہت گہرا اثر پڑا، یہی وجہ ہے کہ کہیں تو ان کا اسلوب ان سب سے الگ تھلگ اور منفرد نظر آتا ہے اور کہیں کہیں ان چیزوں سے بالکل جداگانہ رنگ کا حامل ہے۔ شفیق جبری نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ ماحصل کلام یہ ہے کہ کرد علی بعض جگہوں پر اپنی تحریروں میں بلاغت اور فصاحت کے اصلی مقام پر فائز نظر آتے ہیں اور کہیں اس کے مرتبہ سے نیچے نظر آتے ہیں، اور کہیں تو وہ اخبار نویسوں کی صف میں آجاتے ہیں جن کا مقصد صرف روایت اخبار ہے خواہ وہ کسی شکل میں ہو۔ لیکن جب انشا پردازی کے جوہر دکھاتے ہیں تو بلاغت کے اونچے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔[1]

کرد علی کے عہد میں قاضی فاضل کے اسلوب بیان یعنی سجع بندی، قافیہ آرائی اور جملوں کی تراش خراش کا رواج تھا مگر بیسویں صدی کے اوائل میں ایسے افراد پیدا ہو چکے تھے جنہوں نے اس اسلوب کے خلاف ایک نئے اسلوب بیان کی بنا ڈال دی تھی۔ جن میں شہاب الدین آلوسی، جمال الدین افغانی اور سید محمود شکری کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک کچھ لوگ رسم کہن ہی کو حرز جاں بنائے ہوئے تھے۔ کرد علی [illegible] تکلف پسند رسم کہن کی پیروی کے بجائے فطری اسلوب بیان کو ترجیح [illegible] اپنے دونوں اساتذہ، شیخ محمد عبدہ اور طاہر جزائری کی متابعت میں پیروی کی، جن کا شمار پرانے اسالیب کے باغیوں میں ہوتا تھا۔ کرد علی نے اپنے دوست شکیب ارسلان سے جو بعض تحریروں میں ابھی تک اسی پرانے اسلوب کو اپنائے ہوئے تھے۔

---

[1]: معاصرات عن کرد علی، شفیق جبری، ص ۱۳

[illegible] گیا ہے، کرد علی لکھتے ہیں۔ "مجھے ہندی اور حنفی [illegible]
میں اسلئے سے آپ کی خوب واقفیت ہے۔ غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ [illegible]
آپ نے جو کتاب تصنیف کی ہے اسکے نام سے ہی میں نے اشتیاق کی نگاہ سے
کہا ہے کہ قاری خواہ کتنے ہی بڑے دانا کا کیوں نہ ہو پہلی نظر میں اس کے مضمون
کا مطلب نہیں سمجھ پائے گا، اسی طرح بعض مقامات پر آپ نے قافیہ بندی سے
کام لیا ہے، اور اپنی تقریظ میں بھی غلو سے کام لیتے ہیں البتہ آپ کے کلام
مرسل کا میں سب سے زیادہ قدر داں ہوں"[2]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کرد علی اگر مروجہ منفی اور مسجع ادب سے بیگانہ
تھے۔ تو وہ کسی قسم کے ادب سے متاثر تھے اور کن لوگوں نے ان پر اثرات ڈالے ان
کا تذکرہ خود ان کی زبانی سنئے ـــــ "میں قرآن کی تلاوت پورے غور و فکر
سے کرتا ہوں تاکہ اس کو سمجھوں بھی اور اس کے اندر پوشیدہ بلاغت کا ادراک بھی
کرسکوں ساتھ ہی میں نے بخاری، مسلم اور دوسری احادیث کی کتابوں کے ایک بڑے
حصے کا بھی مطالعہ کیا، اس کے علاوہ سبع معلقہ کو اور مختلف عربی دواوین کو
حفظ کر لیا، متنبی کے نصف دیوان اور عمرو بن ربیعہ، بحتری، ابو تمام، شریف رضی
ابن الرومی، طغرائی، ابو العلاء معری، اور علی بن عبد العزیز کے اشعار کا بڑا
حصہ زبانی یاد کرلیا، کامل المبرد، عقد الفرید، عتبی کی تاریخ اور ابن اثیر کی ـــ
المثل السائر کا مکمل مطالعہ کیا"[3]

اس اقتباس سے اس بات کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کرد علی
کے ادبی اور فنی ذوق کو نکھارنے میں کن شعرا اور ادبا کے کلام نے نمایاں رول ادا

---

[1] یہ کتاب کا نام ہے "الاوتسامات اللطاف فی خاطر الحاج الی اقدس مطاف"۔
[2] المعاصرون، محمد کرد علی، شفیق جبری، ص ۲۸۹
[3] المذکرات ج ۴، کرد علی، ص ۱۱۹۳ ـ

کیا۔ کرد علی بھی شروع میں قدیم اسلوب کے طلسم ہوشربا کا شکار تھے، لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رستگاری حاصل کی [illegible] بچپن میں ان کا بھی شمار ہونے لگا، اس کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں ـــــ "قاضی فاضل، صابی اور ابن اثیر کے پر تکلف اسلوب بیان سے میری رہائی اس وقت عمل میں آئی جب میرا میلان عبدالحمید کاتب، ابن المقفع، جاحظ اور توحیدی کی تحریروں کی طرف ہوا، اور میں بغیر کسی تکلف کے کلام مرسل کا عادی ہو گیا"[1] کرد علی نے مذکورہ ادبا کی تحریریں کو پڑھا، اس پر غور و فکر کیا، اس کی بلاغت و فصاحت اور اس کے فطری حسن و جمال سے متاثر ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ان سب کی آمیزش ملے گی بلکہ ان سب کے آمیزے سے ایک نیا اسلوب جنم لیتا ہے، جس کو ہم کرد علی کا اسلوب کہہ سکتے ہیں[2] کرد علی کے کلام کا وقت تعبیر اور پیکر تراشی کا حسن بڑی حد تک انگریزی ادب کا مرہون منت ہے، کیونکہ کرد علی نے انگریزی ادب کا مطالعہ گہرائی سے کیا، اور اس کے ادبی اور فنی خصوصیات سے متاثر ہوئے۔[3]

کرد علی مدت دراز تک صحافت سے منسلک رہے، صحافتی زندگی میں واقعات اور حوادث جو اچانک رونما ہوتے ہیں۔ ان کی حقیقت حال بیان کرنی ہوتی ہے اور اس پر تبصرہ و تنقید کرنا پڑتا ہے ایک صحافی کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا ہے کہ وہ الفاظ و تراکیب میں حسن انتخاب سے کام لے اور جملوں کی تراش خراش میں وقت لگائے، یہی وجہ ہے کہ صحافی کا قلم ہر طرح کے تکلف سے پاک سیدھی سادھی زبان اور صاف و سادہ اسلوب بیان کا عادی ہوتا ہے کرد علی کا اسلوب بھی صحافت کی وجہ سے ہر طرح کے تکلفات سے

---

[1] محاضرات محمد کرد علی، ص ۲۷۵

[2] ایضاً، ص ۱۰۱

[3] محاضرات محمد کرد علی، شفیق جبری، ص [illegible]

بیگانہ ہو چکا تھا۔[1]

کرد علی کی تحریریں عموماً شاعرانہ رنگ سے بالکل خالی ہیں کیونکہ جہاں مادی اجتماعی اور اخلاقی امور پر بحث و مباحثہ ہو رہا ہو، پیچیدہ فلسفیانہ مباحث کی گتھیاں سلجھائی جا رہی ہوں وہاں شاعری کی زبان سے کیا سروکار، کیونکہ اس کی ضرورت تو اس وقت پڑتی ہے، جب جذبات و احساسات کو چھیڑنا مقصود ہو، لیکن جب کرد علی کے جذبات و احساسات سے کھیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی تحریر میں شاعرانہ رنگ بھی چڑھ جاتا ہے، عثمانی حکومت کے عہد میں جب مادر وطن کو چھوڑ کر آستانہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ تو مادر وطن کی محبت نہاں خانۂ دل سے ابل پڑتی ہے اس کے اظہار کے لئے وہ جو اسلوب اختیار کرتے ہیں اس پر شاعری کا رنگ پورے طور پر چڑھا ہوا ہے، وہ کہتے ہیں۔

"وداعاً غوطة الفيحاء، مجلى الطبيعة ومعنى الانس ومعدن الطيبات ومهبط التجليات، سلام الله على كثبانك المسكية، حيث جال بسيطك السندسية حفوكا لؤلؤا دائراً وأعلاك الجنية وتحية طيبة تتساقط على عمرانك تساقط الوابل والطل على حبات تلك العنبية وحراجك الغلباء واشجارك الميلاء وعلاتك الكثيرة الافنان،

سلام غوطة دمشق كلما غردت اطيارك فملكت على الشاعر سجع الحمام والبغام وهديل العندليب والهزار وتغريد الشحرور والعصفور وكيف تستهوي النفس ونعيق الغربان ونقيق الضفادع إذا ردّدها الصدى

[1] محاضرات عن کرد علی، شفیق جبری

فی لیالیہ یتسرب من القلب نبعان لا تلتحم منہما فی الکون لا اخری کما یتسرب فی النہار ثغاء الماعز وجوار البقر وخوار الثیران؎

اس قسم کی تحریروں کی روشنی میں ڈاکٹر محمد راشد صاحب نے بہت اچھا تجزیہ کیا ہے کہ کرد علی نے گرچہ بچپن میں اپنے اساتذہ کی نصیحتوں کی وجہ سے شاعری ترک کر دی تھی۔ مگر اس کی روح ان کی مزاج اور طبیعت کا جزء بنی رہی جس کے اثرات ان کی تحریروں میں نمایاں ہیں۔ اپنی قوم کی تباہی اور پستی کا جہاں ذکر کرتے ہیں ان کی تحریر میں ربط وتسلسل، روانی اور شگفتگی کے ساتھ ساتھ سوز و گداز کا عجیب وغریب مرقع بن جاتی ہیں اور پڑھنے والوں کو ان میں شاعر کا دل اور فن کار کا قلم نظر آتا ہے [1]

کرد علی کا قلم جب تاریخی حقائق بیان کرتا ہے جن کا تعلق جذبات و احساسات کے بجائے عقل و دماغ سے ہوتا ہے تو اسلوب بیان پر شعری رنگ کے بجائے علمی رنگ آجاتا ہے۔ کرد علی کے ادب کے بارے میں کیالی کا کہنا ہے ـــ ان کا ادب لطافت اور بساطت کا نمونہ تھا جس کا خمیر بڑی حد تک اسلامی تاریخ کی مختلف شکلوں اور مغربی تہذیب وتمدن کی رنگینیوں سے تیار کیا گیا تھا۔ متقدمین نے جو کچھ بھی لکھا تھا۔ اس کا مطالعہ انہوں نے پورے غور و فکر کے ساتھ کیا پھر ادباء و بلاغت کے ماہرین کی تحریروں کا مطالعہ کیا۔ مدتوں صحافت سے منسلک رہے جس کی وجہ سے ان کا قلم تکلفات اور تصنعات سے پاک ہو گیا۔ اس کے بعد اہل مغرب کی کتابوں کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے ان کے اسلوب بیان میں قوت، نیرنگی اور پختگی پیدا ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ قدیم یا جدید، ۔

---

[1] ایضاً ملاحظہ ہو اسلام اور عصر جدید [illegible]

مشرق یا مغرب کا کوئی بھی مفکر و فلسفی ہوتا اس کا پہلے مطالعہ کرتے پھر بحث و تمحیص کرتے۔ اس کے بعد چیدہ الفاظ اور حسین اسلوب میں اس کو بیان کر دیتے [1]

"عروضی اور فنی مسائل" نیز "اُردو میں کلاسیکی تنقید" کے بعد

منفرد شاعر اور مُسلّمہ نقّاد پروفیسر عنوان چشتی کا تاریخ ساز کارنامہ

حرفِ — برہنہ

جس میں اُردو کے مشہور شاعروں اور ادیبوں کی انتہائی اہم کتابوں کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لے کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر عنوان چشتی کے وہ تجزیاتی، عروضی، لسانی اور فنی مقالے شامل ہیں جنہوں نے ادبی و شعری حلقوں میں بڑی مقبولیت اور شہرت پائی ہے۔ اور جنہوں نے اصلی اور نقلی شاعری کی پرکھ کا معیار قائم کر دیا ہے۔ اُردو کے بڑے اور اہم ادیبوں اور عالموں کی رائے ہے کہ آزادی کے بعد یہ کتاب شعری تنقید کی دنیا میں برہنہ گفتاری کی نئی روایت قائم کرتی ہے جس سے عام قاری سے لے کر شاعروں تک اور طلباء سے لے کر اساتذہ تک استفادہ کر سکتے ہیں۔ اچھی تنقید لکھنے اور اچھی شاعری کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

کیا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟ اگر نہیں تو آج ہی منگوا لیجیے۔

یہ کتاب ہر شہر کے بڑے بک سیلر سے حاصل کی جا سکتی ہے، یا براہِ راست لکھیے۔

اردو سماج، ڈی ۱۱۷، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

۱۔ مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

۲۔ ادارہ خاتونِ مشرق، ٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶